فقہ حنفی

کے چند اہم مسائل
احادیث کی روشنی میں

نیز غیر مقلدین کے بعض مسائل جن کا تذکرہ صحیحین میں نہیں ہے

تحریر

حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی صاحب دامت برکاتہم

استاذ حدیث جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ یوپی

ناشر

ادارہ امداد العلوم ٹرسٹ نارائن کھیڑ

بموقع اجلاس عام مجلس علمیہ آندھرا پردیش، منعقدہ ۹، ۱۰/ مارچ ۲۰۱۰ء

کے چند اہم مسائل

احادیث کی روشنی میں

نیز

غیر مقلدین کے بعض مسائل جن کا تذکرہ صحیحین میں نہیں ہے

تحریر

حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی صاحب دامت برکاتہم

استاد جامعہ عربیہ، ہتورا، باندہ، یوپی

بموقع: اجلاس عام مجلس علمیہ آندھرا پردیش منعقدہ ۹، ۱۰/ مارچ ۲۰۱۰ء

تفصیلات

نام کتاب : فقہ حنفی کے چند اہم مسائل
نیز غیر مقلدین کے بعض مسائل جن کا تذکرہ صحیحین میں نہیں

مصنف : مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی
استاد جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ یوپی

کمپوزنگ: البلاغ گرافکس 9441025508

طباعت: عائش آفسیٹ پرنٹرس روبرو فائر اسٹیشن، متصل مسجد رضیہ، جدید ملک پیٹ
فون:65871440 ,9346338145 ,9391110835

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد

اس رسالہ میں چند معروف مسائل شامل ہیں جن میں اختلاف کا چرچاو تذکرہ زیادہ رہتا ہے، اور جن کو سادہ لوح مسلمانوں کا ذہن خراب کرنے کے لئے خصوصیت سے چھیڑا جاتا ہے۔ ان کی بابت معتبر احادیث سے دلائل دیئے گئے ہیں اور عموماً احادیث نبویہ کا تذکرہ کیا گیا ہے، آثار...... صحابہ کا بھی نہیں۔ حاشیہ میں احادیث کی تخریج وتحقیق بھی پیش کردی گئی ہے، تا کہ اہل علم کے لئے سند واعتماد کا کام کرے۔

فقط

فہرست مضامین

(۱)

امام کے پیچھے قرأت نہ کرنا

(۱) صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری وحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں سے روایت آئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:

اذا قرأ فأنصتوا[۱]

جب امام قرأت کیا کرے تو خاموش رہا کرو۔

(۲) صحابہ کی ایک جماعت کی روایت ہے جن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت معروف ہے، جو ابن ماجہ اور موطا امام محمد وغیرہ میں آئی ہے۔

من کان له امام فقرائة الامام له قراءة[۲]

جس کا کوئی امام ہوئے، یعنی جو آدمی مقتدی بن کر نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے امام کے قرأت اس کی (بھی) قرأت ہے۔

---

[۱] (صحیح مسلم) کتاب الصلوٰۃ باب التشہد فی الصلوٰۃ (ابوداؤد) کتاب الصلوٰۃ باب التشہد و (نسائی) کتاب الافتتاح باب تاویل قولہ عزوجل واذا قرئ القران الخ (وجامع الاصول) ۲۲۶/۵ و ۶۲۰۔ روایات کیلئے ملاحظہ ہو اعلاء السنن (۴۸/۳ تا ۵۵) اور تفصیلی کلام کے لئے ملاحظہ ہو معارف السنن (۱۹۶/۳ تا ۲۹۰ و ۲۴۸ تا ۳۵۲) شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں وھذا من حدیث ابی موسیٰ الطویل المشھور لکن بعض الرواۃ زادفیہ علی بعض فمنھم من لم یذکر قولہ : واذا قرأ فانصتوا ، ومنھم من ذکرھا وھی زیادۃ من الثقۃ لا تخالف المزید بل توافق معناہ ولھذا رواہ مسلم فی صحیحہ (مجموع الفتاویٰ ۲۷۲/۳۲)

---

[۲] (ابن ماجہ) ابواب اقامۃ الصلوۃ باب اذا قرأ الامام فانصتوا ، واخرجہ (محمد فی المؤطا) باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام ، والطحاوی فی (شرح معانی الاثار) باب القرأۃ خلف الامام رواہ عبد بن حمید واحمد بن منیع و عبدالرزاق "بطرق غیر الطریق المعروف عن جابر وھی طرق صحیحۃ کما حقق المحققون (ملاحظہ ہو اعلاء السنن ومعارف السنن) امام ترمذی نے اس کو موقوفاً روایت کرتے ہوئے حسن صحیح کہا ہے (جامع ترمذی ابواب الصلوۃ باب ماجاء فی ترک القرأۃ خلف الامام اذا جھر بہ) (معارف السنن ۲۷۶/۳) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ایک روایت متعدد کتب حدیث میں آئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ماأریٰ الامام اذا قرأ الاکان کافیا ۱

میں سمجھتا ہوں کہ امام جب قرأت کرے تو وہ کافی ہے یعنی اس کے ساتھ مقتدی کو قرأت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(بقیہ پچھلا صفحہ) میں طحاوی کی مرفوع روایت کو حسن کہا گیا ہے، اس میں یہ بھی آیا ہے "انہ حدیث صحیح" (۲۵۴/۳) اعلاء السنن (۸۶/۴) میں بیہقی کی کتاب القراءۃ سے ایک مرسل روایت مرفوعاً نقل کی ہے جس کا مضمون یہی ہے اور اس کی تقویت کی ہے۔ حضرت جابر کے علاوہ اس کو حضرت ابن عمر (بیہقی و دار قطنی) ابو سعید خدری (طبرانی فی الاوسط وابن عدی) ابو ہریرہ (دار قطنی) انس رضی اللہ عنہم (ابن حبان فی الضعفاء) وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نصب الرایہ و اعلاء السنن ۶۰/۴ تا ۷۲ و معارف السنن ۲۵۴/۳ تا ۲۷۶ و ۲۸۵ و ۲۶۶) شیخ الاسلام ابن تیمیہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: وهذا الحديث روى مرسلاً و مسنداً لكن اكثر الائمة الثقات رووه مرسلاً عن عبدالله بن شداد عن النبى صلى الله عليه و سلم واسنده بعضهم ورواه ابن ماجه مسنداً وهذا المرسل قد عضده ظاهر القرآن والسنة وقال به جماهير اهل العلم من الصحابة والتابعين ومثل هذا المرسل يحتج به باتفاق الائمة الاربعة وقد نص الشافعي على جواز الاحتجاج بمثل هذا المرسل . (مجموعۃ الفتاویٰ ۲۷۲/۲۳)

(حاشیہ صفحہ ہذا) ۱ رواہ طبرانی فی المعجم الکبیر ہیثمی نے کہا ہے "اسنادہ حسن" (مجمع الزوائد کتاب الصلوٰۃ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ) طبرانی کے علاوہ دار قطنی ونسائی وبیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو دار قطنی كتاب الصلوٰة باب ذكر قوله من كان له امام، نسائی باب اكتفاء الماموم بقراءة الامام والبيهقى فى السنن الكبرىٰ باب من قال لا يقرأ خلف الامام على الاطلاق ۔ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس کو ذکر کیا ہے (کتاب الصلوٰۃ باب القراءۃ خلف الامام) حضرت ابو درداءؓ کے علاوہ اس مضمون کی روایت حضرت ابو سعید خدریؓ سے (معرفة السنن والآثار للبيهقى) نیز حضرت علیؓ سے (معرفۃ السنن والآثار) بھی مروی ہے، حضرت علی کی روایت نیز ابن عباسؓ کی دار قطنی کتاب الصلوٰۃ میں آئی ہے۔ حضرت علی کی حدیث میں ہے "سال رجل النبى صلى الله عليه و سلم اقرأ خلف الامام او أنصف قال بل انصت فانه يكفيك" یہ مرفوع روایت حضرت ابو درداء کی روایت کے لئے شاہد ہے کہ مرفوعاً بھی اس کی اصل صحیح وثابت ہے امام شافعی نے اس کو موقوفاً ثابت مانا ہے اور طحاوی نے بھی موقوفاً روایت کیا ہے۔ (اعلاء السنن ۴۱/۳ ۷) میں مرفوعاً ثبوت کو مؤکد کیا گیا ہے)

(۴) دار قطنی نے امام شعبی سے مرسلاً ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

لاقرأة خلف الامام[۱]

تنبیہ: واضح رہے کہ ان روایات میں جہری وسری نمازوں کا اور اِن کے درمیان فرق کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

---

[۱] دارقطنی کتاب الصلوٰۃ باب ذکر قولہ من کان لہ امام، اعلاء السنن (۸۶/۴) میں شعبی کی روایت کچھ فرق کے ساتھ موصولاً بھی آئی ہے جس کو دارقطنی نے ضعیف کہا ہے اور ساتھ ہی مرسل کو اس سے اصح کہا ہے اور شعبی کی مرسل کو معتبر و صحیح مانا جاتا ہے جبکہ یہ مرسل روایت مؤید بالموصول ہے اگر چہ موصول ضعیف ہے۔

امام کے پیچھے قرأت کی روایات

یاد رکھنا چاہئے کہ امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں کسی کتاب کے اندر کوئی ایسی حدیث نہیں آئی ہے جس میں یہ مضمون آیا ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا:

''امام کے پیچھے قرأت کیا کرو''۔

یا یہ آیا ہو کہ

''امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے سے نماز نہیں ہوتی''۔

یا یہ مضمون آیا ہو:

''نماز میں قرأت ہر نمازی پر لازم ہے''۔

اس کے برخلاف وہ روایات آئی ہیں جو پیچھے ذکر کی گئیں کہ امام قرأت کرے تو خاموش رہو، امام کے پیچھے قرأت نہیں، امام کے ہوتے ہوئے قرأت نہیں ہوگی، امام کی قرأت کافی ہے۔

امام کے پیچھے قرأت کے ثبوت و جواز کے لئے جو روایات پیش کی جاتی ہیں ان میں سب سے مشہور روایت تو **لاصلوٰۃ الا بفاتحہ الکتاب** [۱] ہے، اور ایک اہم روایت ہے:

''**لاصلوٰۃ الا بقرأۃ**'' [۲]

لیکن ان روایات کے مضمون میں بہت وسعت ہے جس کی وجہ سے سابقہ روایات اور ان میں تطبیق ہو جاتی ہے اور وہ یوں کہ نماز کے لئے قرأت اور سورۂ فاتحہ کی قرأت ضروری ہے مگر ہر نمازی کے لئے نہیں، بلکہ امام اور منفرد کے لئے، مقتدی تو دوسری روایات کی وجہ سے خاموش رہے گا۔ یہ بات شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں ذکر کی ہے۔ [۳]

---

[۱] صحیحین وغیرہ، جامع الاصول ۵/۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ وغیرہ

[۲] جامع الاصول ۵/۳۲۸ بحوالہ ابوداؤد **کتاب الصلوۃ باب من ترک القراءۃ فی صلوتہ بفاتحۃ الکتاب**۔

[۳] فتاویٰ شیخ الاسلام ۲۳/۲۶۵ و مابعد

رہ گئیں وہ روایات جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں اور آپ کے پیچھے صحابہ کی قرأت کی بات آتی ہے تو ایسی کوئی روایت صحیحین میں نہیں آئی ہے البتہ ترمذی [1] وغیرہ میں آئی ہے لیکن کہا جاسکتا ہے کہ ایسی کوئی روایت بے داغ اور صریح و صحیح نہیں ہے، ان روایات پر سخت نقد ہے اور خود روایات کے اندر اس فعل پر تنقید و نکیر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے، مثلاً یہ کہ آپ نے نماز کے اندر جب اس کا احساس فرمایا تو نماز کے بعد استفسار فرمایا اور استفسار کے بعد جہاں بعض روایت میں کچھ گنجائش کی بات آئی ہے بعض میں صرف نکیر و انکار کی بات آتی ہے، بعض میں جہری نمازوں میں قرأت بند کردینے کی بات آئی ہے۔

مسلم کی ایک روایت میں ظہر وعصر کی نماز میں سوال و استفسار اور ٹوکنے کی بات آئی ہے۔ مزید اجازت وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ان مضامین کی روایات صحاح ستہ میں آئی ہیں۔[2]

---

[1] ترمذی، ابواب الصلوٰۃ باب ترک القراءۃ خلف الامام اذا جہر۔
[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو جامع الاصول ۵/۶۴۴ و ۶۴۵

(۲)

آمین کو آہستہ کہنا

(۱) ترمذی و مسند احمد و مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم قرأ غیر المغضوب علیهم و لا الضالّین فقال امین و خفض بها صوته[۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے **غیر المغضوب علیهم و الا الضالین** پڑھا تو آمین کہا اور پست آواز سے کہا۔

(۲) بعض صحابہ سے منقول ہے:

اربع یخفیهن الامام التعوذ و بسم اللہ الرحمن الرحیم و امین و اللهم ربنا ولک الحمد[۲]

---

[۱] جامع ترمذی، ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی التامین، مسند احمد (بلوغ الامانی، ۲۰۵/۳) اس میں ''اخفی بها صوته'' آیا ہے، ترمذی کے علاوہ بھی بعض کتابوں میں ''خفض بها صوته'' آیا ہے (مثلاً سنن بیہقی ۵۷/۲ کتاب الصلوٰۃ باب یسر الامام بالتامین۔ طبری، قاضی عیاض، ماردینی وغیرہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے (معارف السنن ۴۰۷/۲)

[۲] رواہ محمد فی (کتاب الأثار) باب الجهر بسم اللہ (مصنف ابن ابی شیبه) کتاب الصلوات باب من لایجهر بسم اللہ ۔ورواہ (عبدالرزاق) فی مصنفہ، لیکن ان سب کی روایات ابراہیم نخعی سے ہیں، (آثار السنن) میں مصنف عبدالرزاق کی روایت کی اسناد کو صحیح کہا گیا ہے اور اعلاء السنن (۲۱۳/۲) میں کتاب الآثار کی روایت کے لئے ذکر کیا ہے ''رجالہ ثقات'' اس بابت اور بھی آثار ہیں جن کو اعلاء السنن (۲۱۵/۲) میں نقل کیا گیا ہے۔ بعض نے اس کو عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے مثلاً نصب الرایہ (۳۲۵/۱) میں بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ نقل کیا ہے۔ لیکن اس میں آمین کا تذکرہ نہیں ہے اور فعلی ہے کنز العمال میں اس کو بواسطہ ابراہیم نخعی حضرت عمرؓ سے نقل کیا گیا ہے جیسا کہ اعلاء السنن میں آیا ہے۔

بلند آواز سے آمین کہنے کی روایت

واضح رہے کہ بلند آواز سے آمین کہنے کی کوئی روایت صحیحین میں نہیں آئی ہے بلکہ اس کے ماسوا کتابوں میں ہے جن میں سے ایک روایت وائل بن حجرؓ کی معروف ہے جس میں بلند آواز سے آمین کہنے کا ذکر آیا ہے اور یہ روایت ترمذی میں بھی آئی ہے اور ابوداؤد وغیرہ میں بھی۔ امام ترمذی وغیرہ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے اور امام شافعی وغیرہ کے یہاں بھی اسی پر عمل ہے۔

لیکن امام ابوحنیفہ وغیرہ نے آہستہ آمین کہی جانے والی روایت پر عمل کو بہتر سمجھا ہے، جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اکثر اکابر صحابہ کا عمل یہی رہا۔ حضرت عمر حضرت علی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے اور اس کے خلاف صحابہ میں صرف دو حضرات حضرت وائل بن حجرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے یہ منقول ہے کہ بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔

(ملاحظہ ہو درس ترمذی ۱/۵۲۵، معارف السنن ۲/۳۹۶ تا ۴۲۰، واعلاء السنن ۲/۲۱۱ تا خیر)

مشہور اہل حدیث عالم و محقق نواب صدیق حسن صاحب علیہ الرحمہ نے بھی اپنی بعض کتابوں میں یہی لکھا ہے: احادیث و آثار در خفض و رفع آمین ہر دو وارده شده و بصحت رسیده

(عرف (الجادی ص ۲۹ بحوالہ غیر مقلدین کے مسائل ص ۲۹۴)

یعنی آہستہ آمین اور زور سے آمین دونوں طرح سے کہنے کے سلسلے میں احادیث اور آثار صحابہ موجود ہیں اور دونوں ہی طرح کے آثار و احادیث صحیح ہیں۔

(۳)

رکوع کے موقع سے جاتے واُٹھتے ہوئے ہاتھ کا نہ اُٹھانا

(۱) ترمذی ونسائی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت آئی ہے:

الا اصلی بکم صلوٰة رسول الله صلی الله علیه و سلم فصلی فلم یرفع یدیه الافی اول مرة[1]

کیا میں تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ادا کر کے نہ بتاؤں؟ پھر نماز پڑھی تو صرف شروع میں بوقت تحریمہ ہاتھ کو اُٹھایا۔

(۲) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد وغیرہ میں روایت آئی ہے:

ان رسول الله صلی الله علیه و سلم کان اذا افتتح الصلوة رفع یدیه الی قریب من اذنیه ثم لا یعود[2]

---

[1] جامع ترمذی ابواب الصلوٰة باب رفع الیدین عند رکوع و سنن نسائی کتاب الامامة باب الرخصة فی ترک الرفع و ابوداؤد کتاب الصلوٰة باب من لم یذکر الرفع عندالرکوع ، قال الترمذی : حدیث ابن مسعود حدیث حسن۔ اس کو ابن عدی ابن القطان المغربی، دارقطنی ، ابن حزم اور ابن دقیق العید وابن تیمیہ وغیرہ بہت سے حضرات نے صحیح قرار دیا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو معارف السنن ۲/۴۷۷ تا ۴۴۷ (اعلاء السنن ۳/۴۵ تا ۴۸ و ۵۶ تا ۵۸ و ۶۹ و مابعد)

[2] ابوداؤد کتاب الصلوٰة باب من لم یذکر الرفع عندالرکوع وشرح معانی الآثار ابواب الصلوة باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود وابن ابن شیبه باب من کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لا یعود، عبدالقادر الارناؤوط نے کہا ہے وھو حدیث حسن حاشیہ جامع الأصول ۵/۳۰۳) حدیث کی صحت وقبولیت کی بابت تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو معارف السنن ۲/۴۸۷ (اعلاء السنن ۳/۶۷ تا ۶۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اُٹھاتے اور اس کے بعد پھر ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک معروف روایت ہے جو طبرانی وغیرہ میں آئی ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم ترفع الایدی فی سبع مواطن ، افتتاح الصلوٰۃ واستقبال البیت ، والصفاء والمروۃ والموقفین وعندالحجر [1]

ہاتھوں کو سات مواقع پر اُٹھایا جائے گا، آغاز نماز میں، بیت اللہ کا سامنا کرنے پر، صفا و مروہ پر اور عرفات ومزدلفہ میں، نیز حجر اسود کے پاس۔

ہاتھ اُٹھانے کی روایت

بلاشبہ رکوع کے وقت ہاتھ اُٹھانے کی بہت سی روایات ہیں جو صحیحین میں بھی آئی ہیں اور یہ روایات اکثر و بیشتر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ہیں اور ان کی روایات میں صحت کے ساتھ جہاں رکوع کے وقت ہاتھ اُٹھانے کی بات آئی ہے، دوسرے مواقع میں بھی اس کا ذکر آیا ہے ، جیسے کہ صرف ایک مرتبہ بوقت تحریمہ ہی ہاتھ اُٹھانے کی بھی روایت آئی ہے۔

(ملاحظہ ہو درس ترمذی ۲/۳۹ شرح معانی الآثار باب التکبیر للرکوع والسجود معارف السنن ۲/۴۵۱ تا ۵۰۰)

---

[1] طبرانی فی الکبیر مجمع الزوائد کتاب الصلوٰۃ باب رفع الیدین وفی الصلوٰۃ (مصنف بن ابی شیبہ) باب من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لایعود (شرح معانی الآثار) للطحاوی کتاب مناسک الحج باب رفع الیدین عند رویۃ البیت قال فی مجمع الزوائد (۳/ ۴۱) کتاب الحج) بعدأن اخرجہ بطریقین : فی الأسناد الأول محمد بن (عبدالرحمن بن) ابی لیلیٰ وھو سئی الحفظ و حدیثہ حسن ان شاء اللہ تعالیٰ وفی الثانی عطاء بن السائب وقد اختلط (نصب الرایۃ ۱/۳۹۰) میں دوسری سند کے حق میں بھی اعتماد کا اظہار کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ یہ روایت ''ترفع الایدی'' اور ''لاترفع'' دو طرح سے آئی ہے، نصب الرایہ (۱/۳۹۰ تا ۳۹۲) میں اس حدیث کی تفصیل و تحقیق آئی ہے اس کو ابن عمر سے نقل کیا گیا ہے اور مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح مروی ہے۔

صحیح بخاری میں ابن عمرؓ کی ایک روایت میں چار مرتبہ ہاتھ اُٹھانے کی بات آئی ہے۔تحریمہ ،رکوع میں جانا،رکوع سے اُٹھنا اور قعدۂ اولیٰ کے بعد اُٹھنا۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب رفع الدین اذا قام من الرکعتین)

امام بخاری نے اپنے رسالہ جزء رفع الیدین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سجدے میں جانے کے لئے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ان کی یہ روایت طبرانی میں آئی ہے۔

(مجمع الزوائد کتاب الصلوٰۃ،باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ)

مؤطا امام مالک میں ابن عمرؓ کی ایک روایت، ہر خفض ورفع یعنی ہر نقل وحرکت میں ہاتھ اُٹھانے کی آئی ہے۔

(مؤطا امام مالک کتاب الصلوٰۃ باب افتتاح الصلوٰۃ)

دوسرے صحابہ کی روایات بھی متعدد مواقع میں اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کی آئی ہے۔

(ان روایات کے لئے ملاحظہ ہو جامع الاصول ۲۹۹/۵ و مابعد)

حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ جب صحیح ومعتبر روایات میں بہت سے مواقع میں اس کا ذکر ملتا ہے اور دوسرے حضرات نے بھی ان میں سے بعض کو اختیار کیا ہے تو ہم بھی ابن مسعودؓ وغیرہ کی روایت کی وجہ سے صرف ایک موقع پر اس کو مانتے ہیں اور بقیہ مواقع میں اس کو منسوخ وختم کہتے ہیں۔

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اعلاء السنن ۵/۳ و ۶ و ۴۳ تا ۷۲۔ومعارف السنن ۴۵۱/۲ تا ۵۰۰ ونصب الرایہ: ۳۹۳/۱ تا ۴۱۸)

میاں صاحب مولانا نذیر حسین صاحب کے (فتاویٰ ۴۴۱/۱) میں بھی دونوں طرح کی روایات کے ثبوت اور وسعت کی بات آئی ہے۔

(ملاحظہ ہو غیر مقلدین کے مسائل ص ۱۹۲)

بلکہ ان سے یہاں تک منقول ہے:

”علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ رکوع سے اُٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرف دلائل موجود ہیں“۔(تجلیات صفدر: ۶۱۶/۳ بحوالہ فتاویٰ اہل حدیث: ۱۶۱/۳)

(۴)

وتر کی تین رکعات

وتر سے متعلق روایات میں اکثر تین رکعات کی بات ہی صراحت کے ساتھ اور صاف لفظوں میں آئی ہے۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ترمذی وغیرہ میں آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں **سبح اسم ربک الاعلیٰ** اور دوسری رکعت میں **قل یا ایھا الکافرون** اور تیسری رکعت میں **قل ھو اللہ احد** اور معوذتین پڑھتے تھے۔[۱]

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ترمذی وغیرہ میں آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات ادا فرماتے تھے اور ان میں مفصل کی سورتیں ہر رکعت میں تین تین سورتیں پڑھا کرتے تھے۔[۲]

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں **سبح اسم ربک الاعلیٰ** اور **قل یا ایھا الکافرون** اور **قل ھو اللہ احد**، ایک ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔[۳]

ان تین حضرات کے علاوہ صحابہ کرام کی ایک جماعت سے یہ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعات میں سے ہر ایک میں کیا کیا پڑھتے تھے۔[۴]

---

[۱] جامع ترمذی ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی فیما یقرأ فی الوتر، و ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب ما یقرأ فی الوتر، والنسائی قیام اللیل ورواہ الحاکم فی مستدرکہ وصححہ ووافقہ الذھبی (مستدرک حاکم: ۳۰۵/۱ وھامش جامع الاصول ۵۲/۶) وقال الترمذی: ھذا حدیث حسن غریب واخرجہ الطحاوی والدارقطنی وابن حبان وغیرھم (معارف السنن ۲۴۱/۴) حضرت عائشہ کی اس روایت میں تیسری رکعت میں تین سورتوں میں قل ھو اللہ کے ساتھ، معوذتین کا پڑھنا آیا ہے مگر معوذتین کا ذکر وثبوت معروف روایات کے خلاف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر وغیرہ نے کہا ہے اور امام احمد وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ (معارف السنن ۲۳۹/۴)

[۲] جامع ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الوتر، بثلاث، وفی معارف السنن (۲۱۸/۴) فیہ الحارث الاعور، والحارث وان کذبہ الشعبی فقد وثقہ ابن معین و احمد بن صالح المصری وابن عبدالبر وغیرھم.

[۳] جامع ترمذی ابواب الصلوۃ، باب ماجاء فیما بقرأ فی الوتر "وھو حدیث حسن لہ شواھد بمعناہ" قالہ عبدالقادر الارناؤوط (ھامش جامع الاصول ۵۲/۶) [۴] ملاحظہ ہو: جامع الاصول ۵۱/۶ تا ۵۴ معارف السنن (۲۳۹/۴ و ۲۲۵ و ۲۲۲ و ۲۲۳) میں ہے بیس کے قریب صحابہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو اعلاء السنن ۲۷/۶ و ۳۴

ایک رکعت اور تین سے زائد والی روایات

جہاں تک سوال وتر کی ایک رکعت کا ہے تو صحیحین وغیرہ میں کہیں یہ بات صراحت کے ساتھ نہیں آئی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد صرف ایک رکعت یوں پڑھی کہ بس اسی پر اکتفا کیا اور مزید کچھ نہیں پڑھا، ایک مرتبہ کی اور ایک روایت بھی صحیحین وغیرہ میں ایسی نہیں ہے۔

جن روایات میں ایک رکعت کی بات آئی ہے ان میں اس سے پہلے مزید رکعات کا تذکرہ ضرور ہے، اور ایسی روایات صحیحین میں بھی متعدد ہیں جن میں صراحۃً اور بار بار وتر کیلئے تین رکعات کی بات آئی ہے۔

صحیحین میں (صحیح بخاری کتاب التہجد: باب قیام النبی صلی الله علیه و سلم باللیل فی رمضان وغیرہ، وصحیح مسلم باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی الله علیه و سلم فی اللیل) ایک معروف روایت آئی ہے کہ آپ رمضان وغیر رمضان سب ہی زمانہ میں ۴/ رکعات پھر ۴/ رکعات اور اس کے بعد تین رکعات ادا فرماتے تھے۔

ابوداؤد (کتاب الصلوٰۃ باب فی صلوٰۃ اللیل) میں ایک معروف روایت حضرت عائشہؓ کی آئی ہے کہ آپ چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین، دس اور تین رکعات بطور وتر ادا کرتے تھے۔

ان روایات کی روشنی میں اور ان روایات کی بنا پر جن میں ایک رکعت کے ساتھ مزید رکعات کا تذکرہ ہے، ایک رکعت والی روایات کا مطلب اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ آپ دو دو رکعات ادا کرتے تھے اور نماز کو اس طرح ختم فرماتے تھے کہ آخری مرحلے کی نماز مکمل شفعہ نہیں ہوتی تھی بلکہ دو کے بجائے صرف ایک رکعت ہوتی تھی۔

(ملاحظہ ہو معارف السنن ۴/ ۲۲۹ تا ۲۳۶ اعلاء السنن ۶/ ۲۳ وما بعد)

(۵)

وتر کی دوسری رکعت پر قعدہ

حافظ ابن عبدالبر نے ''الاستیعاب'' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میری والدہ نے مجھ کو ایک مرتبہ رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گزارنے کی ہدایت کی تاکہ میں نماز وتر کی کیفیت کو دیکھ کر ضبط کر سکوں۔ چنانچہ اُنھوں نے جو دیکھا اس کو اِن لفظوں میں ضبط کیا ہے:

فصلی ماشاء اللہ ان یصلی حتی اذاکان اخر اللیل واراد الوتر قرأ بسبح اسم ربک الاعلیٰ فی الرکعة الاولیٰ وقرأفی الثانیة قل یا ایھا الکافرون ثم قعد ثم قام ولم یفصل بینھما بالسلام ثم قرأ بقل ھو اللہ احد حتی اذا فرغ کبر ثم قنت فدعا بماشاء اللہ أن یدعوثم کبر و رکع [۱]

جواللہ نے چاہا آپ نے نماز ادا فرمائی، یہاں تک کہ جب اخیر رات ہوئی اور وتر کا ارادہ

---

[۱] الاستیعاب ۴/۴۷۱ (نسخہ برحاشیہ الاصابہ) والاصابۃ ایضاً ج ۴/۴۷۵ قال فی الاعلاء : اخرجه الحافظ ابن عبدالبر فی الاستیعاب له ولم یتکلم علیه بشئ بل قال : ویعرف ایضاً بھا حدیث ام ابن مسعود یرویه حفص بن سلیمان الخ وھذا یشعر بکون ھذا الحدیث معروفاً عنھا واعله الحافظ ابن حجر وضعفه فی الاصابة (۴/۴۷۵ من اجل ابان (والراوی عنه) وقد بسط الکلام صاحب الاعلاء فی ابان ومال الی قبول حدیثه فی الجملة کما تکلم فی حفص بن سلیمان الذی رواه عن ابان (اعلاءالسنن ۶/۶۷ تا ۶۹)

اعلاء میں ہے اس کی سند میں حفص بن سلیمان ہیں جو بظاہر حفص بن سلیمان منقری ہیں جن کو ثقہ قرار دیا گیا ہے یا حفص بن سلیمان اسدی ہیں تو وہ بھی مختلف فیہ ہیں متفق علیہ ضعیف نہیں ہیں لہذا روایت معتبر ہے۔ راجع التقریب لحفص بن سلیمان المنقری (ص ۱۳۰) قال فیه : ثقة من السابعة ولحفص بن سلیمان الاسدی (۱۳۰) قال فیه : متروک الحدیث مع امامته فی القراءة ۔

کیا تو سبح اسم ربک الاعلیٰ پہلی رکعت میں اور قل یا ایھا الکافرون دوسری رکعت میں پڑھا پھر بیٹھے پھر اُٹھے اور سلام کے ذریعہ فصل نہیں کیا پھر قل الله احد پڑھی۔ جب قرأت سے فارغ ہوئے تو اللہ اکبر کہہ کر قنوت پڑھا اور جو اللہ نے چاہا دعا مانگی، پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں گئے۔

حضرت عائشہ وغیرہ کی وہ روایات جن میں یہ مضمون آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعات پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اس کا مطلب بظاہر اس کے علاوہ نہیں ہے کہ دو رکعات پر قعدہ فرماتے تھے مگر سلام نہیں پھیرتے تھے۔ جبکہ روایات میں اور نمازوں میں عمومی طور پر ہر دو رکعات پر قعدہ معروف ہے قولاً بھی اور فعلاً بھی [1]۔

---

[1] ملاحظہ ہو علاء السنن ۶/۲۳ تا ۵۶ اور خاص طور سے ۴۲ تا ۴۶

(۶)

ایک سلام سے وتر کی تین رکعات

(۱) نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت آئی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر[1]

(۲) نسائی میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں وتر کی تینوں رکعات کی قرأت کے بیان کے ساتھ مذکور ہے۔ ولا یسلم الافی اخرھن[2]

اورسلام اخیر میں پھیرتے تھے۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسند احمد میں تہجد کے بارے میں نقل کیا گیا ہے:

ثم اوتر بثلاث لایفصل بینھن[3]

اس کے بعد تین رکعات وتر بغیر فصل کے ادا فرماتے۔[4]

---

[1] (نسائی) کتاب قیام اللیل باب کیف الوتر بثلاث و (شرح معانی الآثار) کتاب الصلوٰۃ باب الوتر و مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات باب من کان یوتر بثلاث او اکثر و (مستدرک حاکم) ۳۰۴/۱ مستدرک کے الفاظ ہیں کان لا یسلم فی الرکعتین الاولین، من الوتر قال عبدالقادر الارنادوط: اسنادہ صحیح (ہامش جامع الاصول ۶۳/۶) وقال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین واقر الذہبی وراجع معارف السنن ۱۹۶/۴ اور ۲۲۴ واعلاء السنن ۲۳/۶، وفیہ: فی آثار السنن (۱۱/۴) "اسنادہ صحیح"۔

[2] نسائی کتاب قیام اللیل باب ذکر الاختلاف علی شعبہ، قال عبدالقادر الارنادوط: وھو حدیث حسن (ھامش جامع الاصول ۵۴/۶) معارف السنن ۱۹۲/۴: وقال تخریج النسائی فی صغراہ یدل علی انہ صحیح عندہ قال الشیخ: وصححہ الحافظ زین الدین العراقی، وقال النیموی: اسنادہ حسن، وفی اعلاء السنن (۳۴/۶)

وفی نیل الاوطار (۲۷۹/۲) "رجالہ ثقات الا عبدالعزیز بن خالد وھو مقبول" وفیہ ایضاً (ص ۲۷۲/۲) قال العراقی: اسناد صحیح اقول: ماقال فی عبدالعزیز قالہ الحافظ فی التقریب (۳۵/۱) قال: مقبول من التاسعة.

[3] مسند احمد ۱۵۶/۶ فیہ یزید بن یعفر متکلم فیہ لکن ذکرہ ابن حبان فی الثقات قال فی الاعلاء (۲۵/۶) "واسنادہ حسن وافقھا علی ذلک ابی بن کعب فقال لا یسلم الا فی اخرھن وسندہ صحیح" مستدرک حاکم (۳۰۴/۱) میں الفاظ یوں آئے ہیں "کان یوتر بثلاث لا یسلم الا فی اخرھن" وفی الاعلاء (۲۳/۶) اخرجہ الحاکم واستشھد بہ وقال: وھذا وتر امیر المومنین عمر بن الخطاب وعنہ اخذہ اھل المدینة سکت عنہ الذھبی فھو حسن"۔

[4] وتر کی تین رکعات اوران کا ایک سلام سے ادا کرنا اس بابت روایات کے لئے ملاحظہ ہو معارف السنن ۲۲۴/۴ و ۲۲۷ نیز اعلاء السنن ۲۳/۶ تا ۵۶

وتر کی دو رکعات پر سلام پھیرنے کی روایت

وتر کی تین رکعات کا دو سلام سے ادا کرنا اور دوسری رکعت پر سلام پھیرنا، صحیحین میں تو کہیں آیا نہیں اور نہ ہی جن روایات میں تین رکعات کا تذکرہ ہے ان میں اس کا ذکر ہے۔

بلکہ جن روایات میں وتر کیلئے ایک رکعت کی بات کسی طرح آئی ہے ان سے سمجھا گیا ہے اور صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایسا نقل کیا گیا ہے۔

جہاں تک ایک رکعت کے ساتھ وتر کی روایات کی بات ہے تو اس مضمون کی روایات میں عموماً مزید رکعات کا تذکرہ ہے۔ خواہ قولی ہوں یا فعلی، صرف ایک رکعت کا ذکر نہیں اور نہ ہی ایک سے پہلے سلام پھیرنے کا تذکرہ ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے جو منقول ہے تو ایک تو ان کا اجتہاد ہو سکتا ہے، دوسرے ان سے بڑے صحابہ حضرت علی و عائشہؓ وغیرہ سے وتر کے لئے متعین طور پر اور صراحۃً تین رکعات کو نقل کیا گیا ہے بلکہ حضرت عائشہؓ سے تو صراحۃً دو رکعات پر سلام نہ پھیرنے کی بات منقول ہے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

(مزید تفصیل و تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو اعلاء السنن ج ۶ و معارف السنن ج ۴)

(۷)

وتر کی نماز نمازِ مغرب کی طرح ہے

متعدد روایات میں یہ بات آئی ہے کہ وتر کی نماز مغرب کے مانند ہے جس کا مطلب ہے کہ مغرب کی طرح تین رکعات اور تینوں رکعات ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ ہاں یہ فرق ضرور روایات سے ثابت ہے کہ تیسری رکعت میں قرأت بھی ہے اور قنوت بھی، روایات ملاحظہ ہوں:

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دار قطنی میں ارشاد نبوی منقول ہے:

"وتر الليل ثلاث كوتر النهار صلوٰة المغرب" [۱]

رات کی وتر نماز تین رکعات ہے دن کے وتر مغرب کی طرح۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی روایت آئی ہے۔ مرفوعاً بھی اور موقوفاً بھی۔ جس میں وتر اور مغرب کی مناسبت ذکر کی گئی ہے [۲]

(۳) طبرانی میں حضرت عائشہ کی مرفوع روایت آئی ہے۔

الوتر ثلاث كثلاث المغرب [۳]

متعدد صحابہ سے بھی یہ مضمون منقول ہے۔ مثلاً عبداللہ بن مسعود [۴] عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ [۵]

اور امام طحاوی نے ایک مشہور تابعی حضرت ابوالعالیہ سے نقل کیا ہے۔

علمنا اصحاب محمد صلى الله عليه و سلم أن الوتر مثل صلوٰة المغرب غير أنا فقرأ في الثالثة فهذا وتر الليل وهذا وتر النهار [۶]

ہم کو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سکھایا ہے کہ وتر مغرب کی طرح ہے ہاں یہ کہ وتر کی تیسری رکعت میں ہم قرأت کرتے ہیں تو وتر (معروف) رات کا وتر ہے اور یہ (نماز مغرب) دن کا وتر ہے۔

حوالہ جات اگلے دو صفحوں پر ملاحظہ کیجئے

۱؎(دارقطنی) کتاب الصلوٰۃ باب الوتر ثلاث کثلاث المغرب، دارقطنی میں اس کے راوی یحیٰی بن زکریا کیلئے آیا ہے: یحییٰ بن زکریا هذا یقال له ابن ابی الحواجب ضعیف ولم یروه عن الأعمش مرفوعاً غیره ۔اعلاء السنن (۴۰/۶) میں ہے قلت : "ابن ابی الحواجب ذکره ابن حبان فی الثقات کما فی اللسان (۲۵۵/۶) فالرجل مختلف فیه ومثله یعتبر به لاسیما ولما رواه شاهد"۔اس کے بعد حضرت عائشہ کی روایت کا تذکرہ کیا ہے۔معارف السنن (۲۲۴/۴) میں ہے: لهم فی رفعه کلام وصححوه موقوفاً له شاهد مرفوع من حدیث عائشة ورواه الطبرانی فی الکبیر موقوفاً ورجاله رجال الصحیح (مجمع الزوائد ۲۴۵/۲ باب عدد الوتر)۔ابن الجوزی نے اس کو اسماعیل بن مسلم مکی کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے۔اعلاء السنن (۴۱/۶) میں ہے"واسماعیل هذا وان ضعفه الناس لکن قال ابو حاتم لیس بمتروک یکتب حدیثه وکذا قال ابن عدی : انه ممن یکتب حدیثه وقال ابن سعد الخ (راجع تهذیب التهذیب ۲۸۹/۱)فالحدیث حسن مرفوعاً علی الاصل الذی ذکرناه غیر مرة والرفع زیادة لاتنافی الوقف فتقبل ممن اختلف فی توثیقه بالاولیٰ اذا کان له شاهد مثله ابن مسعود سے موقوفاً بھی مروی ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات)

۲؎دارقطنی کتاب الصلوٰة باب الوتر و مصنف ابن ابی شیبه کتاب الصلوات باب من قال وتر النهار المغرب . ابن ابی شیبہ نے اس کو بواسطۂ یزید بن ہارون عن ہشام عن ابن سیرین روایت کیا ہے، یزید بن ہارون (ثقہ متقن التقریب ص ۶۷۷) اور ہشام بن حسان (اثبت الناس فی ابن سیرین) ہیں۔ کما فی التقریب (التقریب ص:۶۳۵) ورواہ محمد فی مؤطاه (ابواب الصلوٰة باب صلوٰة المغرب وتر صلاة النهار) مولانا عبدالحئی صاحب "التعلیق الممجد" میں فرماتے ہیں۔:"قال العراقی : سند صحیح . ورواه الدار القطنی عن ابن مسعود مرفوعاً و سنده ضعیف وقال البیهقی . الصحیح وقفه علی بن مسعود (التعلیق الممجد ۶۴۶/۱)

۳؎رواه (الطبرانی) فی الاوسط وفیه ابو بحر البکراوی ، وفیه کلام کثیر (مجمع الزوائلد ابواب الصلوٰة باب عدد الوتر)

۴؎(الطحاوی) فی شرح معانی الأثار کتاب الصلوٰه باب الوتر، اعلاء السنن (۳۶/۶) میں ہے : "وفی اثار السنن (۱۲/۲) اسناده صحیح . قلت : واخرجه محمد فی مؤطاه ، بسند رجاله رجال مسلم بلفظ : "الوتر ثلاث کصلوٰة والمغرب". ملاحظہ ہو موطا مع التعلیق الممجد (۲/ص ، ۱۴ و ۱۵) . نیز اعلاء السنن (۴۰/۶) میں مزید آیا ہے. "قلت : والمحدثون وان تکلموا فی رفع الحدیث وصححوا وقفه علی ابن مسعود لکن الذی رفعه حسن الحدیث تابعه مثله فی الرفع فلا مرد علی قبول زیادته کما قلنا فی المتن وفی

مجمع الزوائد : "رواہ الطبرانی فی الکبیر رجالہ رجال الصحیح" (وکتاب الصلوٰۃ باب الوتر)

۵ **اخرجہ محمد فی المؤطا مؤطا مع التعلقی الممجد** (۱۷/۲) اعلاء السنن (۴۰/۶) میں ہے کہ امام محمد نے اس کو بظاہر اسماعیل بن ابراہیم بن علیہ سے روایت کیا ہے اور امام محمد کا اِن سے سماع ممکن ہے چونکہ اسماعیل کوفہ میں منصب دار تھے اور امام محمد کا قیام کوفہ میں بہت رہا لہذا نہ ان کا سماع مستبعد ہے اور نہ ابن علیہ کا لیث بن سعد سے کیونکہ اسماعیل بن علیہ لیث کے طبقے سے روایت نقل کرتے ہیں لہذا اسند حسن ہے۔ **التعلیق الممجد** (۶/۲ او ۱۷) میں ہے کہ اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر ہیں جن کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ (التقریب: ۴۸)

۶ الطحاوی فی شرح معانی الآثار کتاب الصلوٰۃ باب الوتر، اعلاء السنن (۳۷/۶) میں ہے "وفی آثار السنن (۱۷۳/۱) اسنادہ صحیح"۔

نماز وتر کو مغرب سے مختلف کرنے کا حکم

پیچھے وہ روایات و آثار ذکر کیے گئے ہیں جن میں نماز وتر کا نماز مغرب کی مانند ہونا اور پڑھنا ذکر کیا گیا ہے، جس کا مطلب بھی آگیا ہے، بعض روایات میں یہ مضمون بھی آیا ہے کہ اس کو اس طرح نہ پڑھو کہ مغرب سے مشابہت ہو[1] تو سابقہ روایات کی روشنی میں ہی اس کا مفہوم سمجھا جائے گا۔

معاملہ یہ ہے کہ دونوں نمازوں میں مشابہت و مماثلت بھی ہے اور فرق بھی مشابہت تو یہ کہ دونوں کی تین رکعات اور ایک سلام سے ہیں اور فرق و عدم مشابہت یہ کہ مغرب کی تیسری رکعت میں صرف سورہ فاتحہ کی قرأت اور وتر کی تیسری میں مکمل قرأت اور مغرب کی تیسری میں قرأت کے بعد فوراً رکوع ہے اور وتر کی تیسری رکعت میں قرأت کے بعد قنوت اس کے بعد رکوع ہے۔ تو فرق ہو گیا اور مشابہت اختیار نہ کرنے کا حکم پورا ہو گیا۔

اس بابت پیچھے ذکر کردہ روایات کے علاوہ بھی مرفوع اور موقوف روایات ہیں جو مزید اس مضمون کو تقویت پہنچاتی ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کہ ارشاد نبوی ہے:

صلوٰۃ المغرب وتر النہار فأوتر و الصلوٰۃ اللیل[2]

اس کو واضح کرتا ہے کہ اس فرمان نبوی کا کیا مقصود ہے کیونکہ روایت یوں آئی ہے کہ تین رکعات

---

[1] حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے مرفوعاً: لاتوتروا بثلاث اوتروا بخمس أو بسبع ولا تشبھوا بصلوٰۃ المغرب (رواہ الدارقطنی والحاکم البیہقی) اخرجہ محمد بن نصر وابن حبان والحاکم بلفظ: لا توتروا بثلاث تشبھوا بصلوٰۃ المغرب ولکن اوتروا بخمس او سبع او باحدیٰ عشرۃ او اکثر من ذلک۔ دارقطنی وغیرہ کی روایت کے لئے حافظ ابن حجر نے کہا ہے: ''اسنادہ علی شرط الشیخین'' اور ابن حبان وغیرہ کی روایت کے لئے عراقی نے کہا ہے ''اسناد صحیح'' (اعلاء السنن ۶/۳۰)

[2] مصنف ابن ابی شیبہ و مسند احمد۔ زرقانی نے شرح مؤطا (۱/۳۳۳) میں کہا ہے۔ ''قال العراقی والحدیث سندہ صحیح''

کے ساتھ وتر مت پڑھا کرو، بلکہ پانچ یا سات پڑھو اور مغرب کی نماز سے مشابہت مت اختیار کرو، یا یوں کہ مغرب کی نماز سے مشابہت مت اختیار کرو، وتر کی طور پر پانچ یا سات یا گیارہ یا زائد رکعات پڑھو۔ تو یہ زائد مضمون یہ بتاتا ہے کہ مقصد یہ نہیں ہے کہ درمیان میں سلام پھیرا جائے اور یا قعدہ نہ کیا جائے بلکہ یہ کہ آدمی عشاء کے بعد صرف وتر کی تین رکعات پر اکتفاء نہ کرے اس کے ساتھ دو چار، چھ جو ہو سکے مزید بطور نفل و تہجد ادا کرے، یہ مقصود اِن روایات کا ہے نیز ان روایات کا جن میں یہ آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانچ یا سات رکعات وغیرہ وتر کے طور پر پڑھتے تھے یا یہ کہ اتنی رکعات پر سلام پھیرا کرتے تھے۔[۱]

---

[۱] ملاحظہ ہو: اعلاء السنن ۶/۳۱و۳۲: معارف السنن ۴/۲۰۵و۲۱۵و۲۲۰تا۲۲۳و۲۳۲و مابعد۔

(۸)

تراویح کی بیس رکعات

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت آئی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

(۲) مؤطا امام مالک میں آیا ہے:

کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرین رکعةً[2]

---

[1] (المطالب العالیہ) ج۱/۱۴۶ باب قیام رمضان و (مصنف ابن ابی شیبہ) کتاب الصلوات باب کم یصلی فی رمضان ورواہ عبد بن حمید ایضا وفی ہامش المطلب قال البوصیری، مدارہ علی ابراھیم بن عثمان بن ابی شیبہ وھو ضعیف ورواہ البیہقی فی سنة الکبریٰ (۲/۴۹۶) وذکر ضعفہ، حدیث سنداً ضعیف ہے لیکن اجماع وتعامل سے مؤید ہے لہذا اقوی ہے (ملاحظہ ہو درس ترمذی ۳/۶۵۹) وفی معارف السنن "روی ذلک عن ابن عباس عند ابن ابی شیة والطبرانی والبیہقی وابی الفتح الرازی اخرجہ الزیلعی وقال معلول مخالف للحدیث الصحیح ویمکن ان یدفع النقد الاول بأنہ وان کان ضعیفاً لکن یؤیدہ تعامل الامة من عهد الفاروق ویدفع لثانی بلحمل علی اختلاف الاحوال" اعلاء السنن (۷/۷۱) میں مزید تخریجات ذکر کی ہیں اور حدیث کو بعض رواۃ کے مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے حسن کہا ہے۔

[2] (مؤطا مالک) کتاب الصلوٰۃ، فی رمضان باب ماجاء فی قیام رمضان قال عبدالقادر الارناووط (فی ہامش جامع الاصول ۶/۱۲۳) فی سندہ انقطاع. لکن جاء الحدیث من طریق اخر موصول صحیح رواہ البیہقی فی السنن الکبری اور معارف السنن (۵/۵۴۲) میں ہے مرسل لکنہ صحیح علی رأی مالک وغیرہ من الفقہاء بل کثیر من المحدثین سنن کبریٰ و معرفۃ السنن دونوں کے طریق الگ الگ ہیں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت عمر کے زمانے میں ماہ رمضان میں لوگ ۲۳ رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

(۳) بیہقی کی سنن کبریٰ میں روایت آئی ہے:

کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی شهر رمضان عشرین رکعة[۱]

لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ماہ رمضان میں بیس رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

انھیں معتبر روایت کی وجہ سے حرمین میں بیس رکعات تراویح ادا کی جاتی ہے۔ مصنف ابن شیبہ میں بیس رکعات کی بہت سی روایات آئی ہیں۔[۲]

(بقیہ پچھلا صفحہ) سنن کبریٰ کی اسناد کو نووی وعراقی وغیرہ نے اور معرفۃ السنن کی اسناد کو سبکی وملا علی قاری نے صحیح کہا ہے (محدث اعظمی رکعات تراویح ص ۶۳) قال عبدالقادر الارناووط (هامش جامع الاصول ۶/۱۲۳ و۱۲۴) **اسناده صحیح صححه غیر واحد من العلماء منهم الامام النووی** ۔ ماضی قریب کے سعودیہ کے ایک مشہور عالم ومحقق شیخ اسماعیل بن محمد الانصاری نے اس حدیث کی تقویت پر مستقل ایک رسالہ لکھا ہے اور کئی وجوہ سے اس کو قوی قرار دیا ہے۔ (یہ رسالہ ریاض کے مکتب الامام الشافعی سے شائع ہوا ہے)

(حاشیہ صفحہ ہذا)......

[۱] السنن الکبریٰ (۲/۴۹۴) **باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان**

[۲] مصنف ابن شیبہ **کتاب الصلوٰة باب کم یصلی فی رمضان من رکعة**

بیس رکعات سے کم کی روایت

حق یہ ہے کہ جن صحیح روایات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کو نقل کیا گیا ہے ان میں رکعات کا تذکرہ نہیں ہے، بجز پیچھے آنے والی مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے جس میں بیس کا تذکرہ ہے۔

جو صحیح روایات تعداد رکعات کے بیان وذکر پر مشتمل ہیں وہ صحیح یہ ہے کہ تہجد سے متعلق ہیں تراویح سے نہیں جیسے صحیحین میں آنے والی حضرت عائشہ کی روایت ۴/اور ۴/اور ۳/رکعات کی۔ اور حق یہ ہے کہ اہتمام و پابندی کے ساتھ تراویح با جماعت کی شکل حضرت عمرؓ نے تمام صحابہ کرام کی موافقت کے ساتھ اختیار کی اور ان کے زمانے سے برابر اس پر عمل چلا آرہا ہے نہ بعد کے دونوں خلفاء حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما نے اس کی مخالفت کی اور نہ عام علماء اُمت نے بلکہ سب نے عملاً اس کو قبول کیا۔

اور یہ عمل عہد فاروقی سے عموماً بیس رکعات کا رہا یا زائد کا جیسا کہ جامع ترمذی (ابواب الصوم باب ماجاء فی قیام شہر رمضان) وغیرہ میں آیا ہے حضرت عمرؓ سے اگر چہ بیس سے کم کی بات بھی نقل کی گئی ہے لیکن علماء محققین نے کہا ہے کہ راجح وصحیح بیس وتین یعنی ۲۳/رکعات والی حدیث ہے (بیس رکعات تراویح کی اور تین وتر کی) یا یہ کہ حضرت عمر نے شروع میں رکعات کی تعداد کم رکھی ۱۱/ یا ۱۳/اور بعد میں واخیر عہد میں ۲۳ کو کردیا اور پھر اسی پر عمل ہوتا رہا، مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ دونوں جگہ۔

امام ترمذی نے نقل کیا ہے

واکثر اھل العلم علی ماروی عن عمرو علی وغیرھما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ و سلم عشرین رکعة ...... قال الشافعی ھکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة

اکثر اہل علم کا عمل اس پر ہے جو حضرت عمرؓ وحضرت علیؓ وغیرہ سے مروی ہے یعنی بیس رکعات اور امام شافعی کا فرمان ہے میں نے مکہ میں یہی دیکھا کہ لوگ بیس رکعات ادا کرتے ہیں)

شیخ السلام ابن تیمیہ کا موقف اسی وجہ سے ہے کہ ۲۳ بھی درست ہے اور ۱۳ بھی۔ کسی ایک کو غلط نہیں کہہ سکتے۔ اگر قرأت طویل کی جائے تو ۱۳/ پڑھی جائے اور قرأت مختصر کی جائے تو ۲۳ پڑھے، اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے بعد میں تخفیف کی غرض سے بجائے ۱۳ کے ۲۳/ رکعات کر دیا تھا اور یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ ۲۳/ رکعات پڑھاتے تھے، جس کی وجہ سے بہت سے حضرات اس کو سنت سمجھتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳/ سے زائد نہیں پڑھتے تھے مگر رکعات طویل کرتے تھے لہذا لوگ اگر طویل قیام کا تحمل نہ کرسکیں تو ۲۰/ ہی افضل ہے اس پر اکثر مسلمانوں کا عمل ہے۔

(ملاحظہ ہو فتاویٰ شیخ الاسلام ۲۲/۲۷۲ و ۲۳/۱۱۲ و ۱۱۳ وغیرہ)

واضح رہے کہ سعودیہ کے علماء محققین کا نقطۂ نظر بھی یہی ہے کہ بیس پڑھ سکتے ہیں بدعت یا غلط نہیں ہے اور حرمین میں تو بہر حال ۲۰ رکعات تراویح ہی ہوتی ہے خواہ ایک امام پڑھائے یا دو یا زائد۔

(مزید تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو معارف السنن ۵/۵۴۱ تا ۵۵۸ اعلاء السنن ۷/۵۷ تا ۶۰۔ درس ترمذی جلد دوم کتاب الصوم۔ رکعات تراویح (مؤلفہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی) ورسالہ ''تصحیح حدیث صلاۃ التراویح عشرین رکعۃ'' (مؤلفہ اسماعیل بن محمد الانصاری)

(۹)

عورت اور مرد کی نماز کا فرق

عورت اور مرد کی نماز میں بنیادی طور پر ارکان وغیرہ کے حق میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ دونوں کی نماز میں کیفیات وسنن کا کچھ فرق ضرور ہے جو احادیث وآثار صحابہ سے ثابت ہے۔ مشہور تابعی فقیہ بلکہ رأس الفقہاء حضرت عطاء بن ابی رباح سے ایک سوال کے جواب میں منقول ہے:

ان للمرأة هيئة ليست للرجل [۱]

عورت کے لئے کچھ ایسی کیفیت (نماز میں) ہے جو مرد کے لئے نہیں ہے۔

(۱) عورت کا سینے تک ہاتھ اُٹھانا

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يا وائل بن حجر اذا صليت فاجعل يديك حذاء اذنيك والمرأة تجعل يديها حذا ثدييها [۲]

اے وائل جب نماز پڑھا کرو تو ہاتھوں کو کانوں کے بالمقابل اُٹھایا کرو اور عورت اپنے ہاتھوں کو اپنے سینوں تک اُٹھائے گی۔

اسی فرمان نبوی کے مطابق حضرت اُم درداء رضی اللہ عنہا سے سینے تک ہاتھ کا اُٹھانا امام

---

[۱] (مصنف ابن ابی شیبہ) کتاب الصلوات باب فی المرأۃ اذا افتتحت الصلوٰۃ اس میں عطا کے علاوہ حماد سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے اور حفصہ بنت سیرین سے فعلاً

[۲] (الطبرانی) فی المعجم الکبیر (فی مناقب وائل) ۲۲/۱۸ امجمع الزوائد كتاب الصلوٰة باب رفع اليدين في الصلوة وفيه: "روتها ميمونة بنت حجر بن عبدالجبار عن عمتها ام يحيى بنت عبدالجبار لم اعرفها و بقية رجاله ثقات". وذكره السيوطي في تنوير الحوالك شرح مؤطا مالک (۹۸/۱)

بخاری نے اپنے رسالہ "جزء رفع الیدین" میں نقل کیا ہے۔[۱]

۲۔ سجدے میں بدن کا چھپانا اور چپکانا

حضرت یزید بن ابی حبیب کی مرسل روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو عورتوں کے پاس سے گزر ہوا جو نماز پڑھ رہی تھیں تو آپ نے ان سے فرمایا:

اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الأرض فان المرأة فی ذلک لیست کالرجل[۲]

جب تم لوگ سجدہ کیا کرو تو بدن کے بعض حصے کو زمین سے لگا دیا کرو اس لئے کہ عورت اس (سجدے کے) معاملہ میں مرد کی طرح نہیں۔

(۳) قعدہ میں کولھے پر بیٹھنا اور ران کا ران سے چپکانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے:

اذا جلست المرأة فی الصلوٰة وضعت فخذها علی فخذها الأخری فاذا سجدت الصقت بطنها فی فخذیها کاستر ما یکون لها۔

عورت جب نماز میں بیٹھے تو ایک ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو پیٹ کو ران سے چپکا دے تاکہ زائد ستر و پردہ ہو۔[۳]

---

[۱] جزء رفع الیدین ص ۷ واعلاء السنن ۳/۱۵۷ وفیہ رجالہ ثقات۔

[۲] (مراسیل ابوداؤد) ص ۱۳۰ (السنن الکبریٰ) للبیہقی ۲/۲۲۳ کتاب الصلوۃ باب مایستحب للمرأۃ من ترک التجافی، بیہقی کی روایت ابوداؤد کی مراسیل والی ہی روایت ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۲۷۰ کتاب الصلوات باب المرأۃ کیف تکون فی سجودها) میں حضرت علی اور بعض تابعین سے اسی مضمون کے آثار آئے ہیں بیہقی کی سنن کبریٰ (۲/۲۲۳ باب مایستحب للمرأۃ من ترک التجافی) میں بھی یہ اور اس مضمون کے آثار آئے ہیں اور مرفوع روایات بھی۔ مراسیل ابوداؤد کے رواۃ معتبر ہیں۔

[۳] مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۰۱۵۔ کتاب الصلوات باب فی المرأۃ کیف تجلس فی الصلوٰۃ میں کئی آثار ذکر کئے گئے ہیں جن میں سے بعض تربعا (پالتی مار کر بیٹھنا) نقل کیا گیا ہے۔ بالخصوص ابن عمر کے گھر کی عورتوں سے۔ اور مذکورہ مرفوع روایت بیہقی سنن کبریٰ (۲/۲۲۳ کتاب الصلوات باب مایستحب للمرأۃ من ترک التجافی) میں آئی ہے۔ بیہقی نے اس کی تضعیف کا تذکرہ کیا ہے اور اسی حیثیت سے اس کا ذکر لسان المیزان (۲/۲۶۹) میزان الاعتدال (۲۱۸۱) کامل ابن عدل (۲/۶۳۱) میں آیا ہے کیونکہ اس کا مدار ابومطیع بلخی پر ہے اور ان کو ان حضرات نے ضعفاء میں شمار کیا ہے اور ان کے حق میں کافی کلام کیا ہے مگر عقیلی نے کہا ہے "کان مرجبا صالحا فی الحدیث الا أن اهل السنة أمسکوا عن الروایة عن (اعلاء السنن مقدمہ: ۳/ص ۱۵۱)

۴۔ نماز کے اندر پیش آنے والے کسی حال پر بغرض تنبیہ ہاتھ سے آواز کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے جو کتب حدیث و کتب فقہ میں معروف ہے:

التسبیح للرجال و التصفین للنساء[۱]

(نماز میں تنبیہ کی ضرورت پیش آنے پر مردوں کے لئے سبحانہ اللہ کہنا ہے اور عورتوں کے لئے ہاتھ سے آواز کرنا)

بعض روایات میں الفاظ یوں بھی آئے ہیں:

اذا نابکم شئی فی الصلوٰۃ فلیسبح الرجال و لیصفح النساء[۲]

جب نماز میں تم کو کوئی بات پیش آئے تو مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں ہاتھوں سے آواز کریں۔

---

[۱] مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور آثار بالخصوص ابن عمرؓ کے گھر کی عورتوں کے اس فرق کے مؤید ہیں۔ ان میں ایک اثر خالد.......... کا ہے اور ان آثار کے رواۃ بھی مضبوط ہیں۔
اعلاء السنن (۲۰/۳۔ بحوالہ جامع المسانید ۴۰۰/۱) امام صاحب سے بواسطۂ نافع حضرت ابن عمر کی روایت منقول ہے.......... کیف کان النساء یصلین عن عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ؟ قال : کن یتربعن ثم أمرن ان یختفزن اعلاء السنن میں روایت کے تذکرہ و جائزہ کے ساتھ مذکور ہے۔ قلت : ھذا اسانید صحیح

[۲] (صحیح البخاری) کتاب العمل فی الصلوٰۃ باب التصفیق للنساء (وصحیح مسلم) کتاب .... باب تسبیح الرجال و تصفیق المرأۃ (ورواہ اصحاب السنن وغیرھم جامع الاصول ۴۹۸/۵ و ۴۹۹) ابوداؤد ونسائی وغیرہ، جامع الاصول ۶۴۱/۵ و ۶۴۲

(۱۰)

عورت ومرد کی نماز کا فرق اور علماء اُمت کے مذاہب ونظریات

عورت ومرد کی نماز میں فرق جس میں ایک اہم و بنیادی بات یہ ہے کہ رکوع وسجدے میں ایسی ہیئت ہو کہ جس میں زائد سے زائد پردہ پایا جائے۔ عورت کے حق میں یہ بات باتفاق مذاہب اربعہ اور چاروں اماموں کے نزدیک مطلوب ہے۔ اس بابت مرفوع روایات کے علاوہ صحابہ و تابعین کے آثار بھی موجود ہیں اور انھیں روایات وآثار پر فقہاء اُمت کی تصریحات مبنی ہیں۔

نماز کے درمیان کسی ضرورت کے تحت امام کو متوجہ ومتنبہ کرنے کے لئے مردوں کا سبحانہ اللہ کہنا اور عورتوں کا اس کے بجائے ہاتھوں سے آواز کرنا ایک معروف ومسلم امر ہے جو صحیح احادیث میں آیا ہے جس سے فرق کا پایا جانا واضح ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں نماز کے احکام میں فرق کی معروف ہیں اور صحیح احادیث سے ثابت ہیں (مثلاً جمعہ و جماعت نیز صف بندی وغیرہ کا معاملہ) تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو ترجمان اسلام (بنارس شمارہ ۱۵ رجولائی تا ستمبر ۱۹۹۳ء)

رکوع وسجدے وغیرہ میں بدن کو سمیٹ کر اور چپکا کر رکھنا یہ چاروں ائمہ کے نزدیک ہے

(مذاہب اربعہ کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹۱۵/۲ تا ۹۳۹ وترجمان اسلام بنارس شمارہ ۱۵)

بلکہ طبقۂ اہل حدیث کے معتمد ومستند علماء نے بھی اپنی بعض مقبول ومتداول کتابوں میں اس کی اور بعض دیگر فرق کی بھی صراحت کی ہے۔

(ملاحظہ ہو، نزل الابرار ۸۵/۱) اور رسالہ تعلیم الصلوٰۃ، شائع کردہ اہل حدیث کانفرنس ۱۳۳۰ھ ترجمان اسلام ۱۵)

کتاب حدیث اور اہل حدیث (مولفہ انوار خورشید) میں اس سلسلے کی کافی چیزیں آ گئی ہیں مرفوع روایات، صحابہ کے آثار اور مذاہب اربعہ کے اقوال۔

(ملاحظہ ہو کتاب مذکور) از ص ۴۷۹ تا ۴۸۷

عہد حاضر میں سعودیہ کے ممتاز اصحاب علم میں شیخ صالح فوزان بن عبداللہ فوزان ہیں جن کی ایک چھوٹی سی کتاب ''تنبیهات علی احکام تختص بالمؤمنات'' جو سعودیہ کے دارالافتاء سے شائع ہوتی ہے اور تقسیم ہوتی ہے، اُردو میں خواتین کے مخصوص مسائل کے نام سے شائع ہوئی ہے، حجاج کو بھی ملتی ہے اس میں نماز کے مسائل کو اور اس بابت فرق کی باتوں کو کافی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

(ملاحظہ ہو از ص ۷۵ تا ۹۴ فصل پنجم، رکوع وسجدے اور قعدے میں کیا کرے، اس کیلئے ملاحظہ ہو ص ۱۸۰ اُردو ترجمہ)

صحیح بخاری کی روایات کے خلاف غیر مقلدین کے بعض مسائل

غیر مقلد حضرات عموماً یہ بات کہہ کر عوام اور بسا اوقات ایسے فضلاء مدارس وغیرہ جن کی نظر ومعلومات میں وسعت نہیں ہوتی یہ کہہ کر مرعوب ومبہوت کرتے ہیں کہ صحیحین میں ایسا ہے اور تم ایسا کرتے ہو تو معلوم ہونا چاہئے کہ خود ان حضرات کے بہت سے مسائل بخاری اور مسلم کی صریح روایات کے خلاف ہیں صحیح تو ان کتابوں کی سب روایات ہیں مثلاً:

(۱) بخاری شریف کی روایت ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پشت۔[۱]

مگر بقول مولانا وحید الزماں حیدر آبادی:

''استنجاء کے لئے استقبال واستدبار دونوں مکروہ نہیں ہیں''۔[۲]

(۲) بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کی نماز ادا فرماتے تو میرے پیر آپ کے سامنے ہوتے اور آپ جب سجدے میں جاتے تو میرے پیر کو دبا دیتے میں سمیٹ لیتی تھی۔[۳]

یعنی نماز و وضو کے حال میں آپ حضرت عائشہ کے بدن کو ہاتھ لگاتے تھے اور نماز پڑھتے رہتے تھے۔

مگر مولانا وحید الزماں حیدر آبادی لکھتے ہیں:

''عورت کا چھونا ناقض وضو اور وضو کو توڑنے والا ہے''۔[۴]

---

[۱] صحیح بخاری کتاب الوضوء باب لا یستقبل القبلة لغائط او بول۔

[۲] نزل الابرار ۱/۵۳ [۳] صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ باب التطوع خلف المرأة

[۴] تیسیر الباری ۱/۱۴۳

(۳) بخاری شریف میں کئی روایات آئی ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ شدید گرمی میں نماز ظہر تاخیر سے ادا کی جائے۔[۱]

لیکن غیر مقلدین کے مقتدر عالم مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری تحریر فرماتے ہیں:

''نماز ہر حالت میں اول وقت میں پڑھنی افضل ہے''۔[۲]

(۴) بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز کے اندر قرأت کو الحمد للہ رب العلمین سے شروع کرتے تھے۔[۳]

مگر غیر مقلدین کا کہنا ہے:

جہری نماز میں پکار کر اور سری نمازوں میں آہستہ (بسم اللہ پڑھنا) بہتر ہے''۔[۴]

(۵) بخاری شریف کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور بعد کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ صرف۔[۵]

مگر یہ حضرات کہتے ہیں:

''آدمی کے لئے جائز ہے کہ چار رکعت والی نماز میں دوسری دو رکعتوں کے اندر سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت پڑھ لے''۔[۶]

(۶) امام بخاری نے لکھا ہے اور حدیث بھی ذکر کی ہے کہ جمعہ کا وقت زوال کے بعد ہوتا ہے اور حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے کے بعد جمعہ ادا فرماتے تھے۔[۷]

مگر بقول مولانا وحید الزماں صاحب:

''جمعہ کا وقت اس وقت سے شروع ہو جاتا ہے جبکہ سورج ایک نیزہ کے برابر بلند

۱؎ صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب الابراد بالظہر فی شدۃ الحر

۲؎ فتاویٰ ثنائیہ ۱/۵۵۳

۳؎ صحیح بخاری کتاب الاذان، باب ما یقرأ بعد التکبیر۔

۴؎ دستور المتقی ص۹۲

۵؎ صحیح بخاری کتاب الاذان باب یقرأ فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب

۶؎ نزل الابرار ۱/۷۸

۷؎ صحیح بخاری کتاب الجمعہ باب وقت الجمعۃ اذا زالت الشمس

ہو جائے''۔[۱]

(۷) امام بخاری نے روایت ذکر کی ہے کہ مدینہ طیبہ و مسجد نبوی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے عہد میں سب سے پہلا جمعہ بحرین (ملک) کی ایک بستی ''جواثی'' میں ہوا۔[۲]

اور یہ حضرات گاؤں گاؤں جگہ جگہ اور دو آدمی میں بھی جمعہ کی نماز کو کہتے ہیں۔[۳]

(۸) امام بخاری نے جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے دو اذانیں نقل کی ہیں ایک خطبہ والی اور ایک اس سے قبل جیسا کہ معمول ہے۔[۴]

مگر یہ حضرات کہتے ہیں:

''ہمارے زمانے میں مسجد میں جو دو اذانیں ہوتی ہیں وہ صریح بدعت ہیں''۔[۵]

(۹) امام بخاری نے روایت نقل کی ہے نیز علماء اُمت اور حضرات صحابہ وغیرہ کے اقوال کہ تین طلاق، کسی طرح بھی تینوں واقع ہوتی ہیں۔[۶]

لیکن خوب معلوم ہے کہ یہ حضرات اس وقت تک تین نہیں مانتے جب تک کہ تین طلاق تین مرتبہ الگ الگ اوقات میں نہ دی جائے۔[۷]

(۱۰) امام بخاری نے کئی روایات نقل کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ ذی الحجہ کی قربانی کے کل تین دن ہیں[۸]

مگر یہ حضرات چوتھے دن (تیرہ تاریخ) کی قربانی نہ صرف جائز بلکہ اس کو احیاء سنت شمار کرتے ہیں۔[۹]

تلک عشرة كاملة

---

۱ نزل الابرار ۱/۱۵۲

۲ صحیح بخاری کتاب المغازی باب وفد عبد القیس نیز کتاب الجمعۃ باب من این توتی الجمعۃ وعلی من تجب میں مزید کچھ چیزیں ہیں جو غیر مقلدین کے خلاف ہیں۔

۳ غیر مقلدین کے مسائل ص ۱۰۴ و ۱۳۶ بحوالہ العرف الجادی ۴۱ و ۴۲

۴ صحیح بخاری کتاب الجمعۃ باب التاذین عند الخطبۃ

۵ فتاویٰ ستاریہ ص ۳/۸۵ فتویٰ مولانا محمد صاحب جونا گڑھی

۶ صحیح بخاری کتاب النکاح باب من اجاز طلاق الثلاث لقول اللہ تعالیٰ الطلاق مرتان۔

۷ ان کا فتویٰ نہایت مشہور و معروف ہے۔

۸ صحیح بخاری کتاب الاضاحی، باب من قال الاضحیٰ یوم النحر ۹ ....

غیر مقلدین کے بعض مسائل

جن کی بابت صحیحین میں کوئی روایت نہیں ہے

(۱) نماز میں بحالت قیام سینے پر ہاتھ کا باندھنا۔

اس بابت صحیحین کیا صحاح ستہ میں کوئی روایت نہیں ہے۔ جبکہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت ابوداؤد کے بعض نسخوں میں آئی ہے۔[۱]

(۲) سورہ فاتحہ کے بعد بلند آواز سے آمین کہنا۔

اس بابت صحیحین میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کرنا قولاً یا فعلاً آیا ہو جبکہ ترمذی وغیرہ میں دونوں قسم کی روایات ہیں۔

(۳) مقتدی کا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا

صحیحین میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے جس میں مقتدی کو اس کا حکم دیا گیا ہو یا یہ آیا ہو کہ صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے۔ بلکہ مسلم میں اس کے بجائے یہ آیا ہے کہ امام کی قرأت کے حال میں خاموش رہا کرو۔

(۴) سجدہ کا طریقہ، پہلے ہاتھوں کو زمین پر رکھنا پھر گھٹنوں کو

صحیحین میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدے کا طریقہ یہی تھا، البتہ ترمذی وغیرہ میں ہے مگر دونوں کی روایات ہیں۔[۲]

(۵) نمازی کے سامنے سے عورت و گدھے د کتے کے گزرنے کی وجہ سے نماز کا فساد

صحیحین میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے جس میں یہ مضمون آیا ہو بلکہ اس کے خلاف روایت اور حضرت عائشہؓ سے تردید نقل کی گئی ہے۔[۳]

---

[۱] درس ترمذی ۲/۲۴ و معارف السنن ۲/۴۴۰ و ۴۴۱

[۲] جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ما جاء فی وضع الیدین قبل الرکبتین۔

[۳] صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب من قال لا یقطع الصلوٰۃ شئی۔

(۶) فجر کی سنتوں کا بعد فرض ادا کرنا

صحیحین میں ایسی کوئی روایت نہیں آئی ہے جس میں فجر کی سنتوں کو فرض کے بعد طلوع آفتاب سے قبل ادا کرنا آیا ہو بلکہ اس کے خلاف روایات آئی ہیں کہ ان اوقات میں نماز منع ہے۔[۱]

(۷) قرأت کے بغیر صرف رکوع کے ملنے پر رکعت کا نہ ملنا

صحیحین میں ایسی کوئی روایت نہیں آئی ہے جس کا یہ مضمون ہو کہ اگر مقتدی نے رکوع پایا اور اس سے پہلے قرأت کے حال میں امام کی اقتداء نہیں کی تا کہ سورۂ فاتحہ پڑھ سکے تو اس کی رکعت معتبر نہیں ہے، بلکہ اس کے خلاف روایت آئی ہے کہ ایک صحابی اس خیال سے کہ رکوع چلا گیا تو رکعت چلی جائے گی، مسجد میں داخل ہوئے ہیں اور صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع میں چلے گئے ،اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم کو رکعت نہیں ملی۔[۲]

(۸) حضر کے حال میں جمع بین الصلوٰتین

سفر کی وجہ سے جمع بین الصلوٰتین دو نمازوں کا ایک وقت میں پڑھنا کسی نہ کسی درجہ میں صحیحین میں بھی آیا ہے مگر سفر کے بغیر حضر کے حال میں ایسا کرنا صحیحین کی کسی روایت میں کسی اعتبار سے مذکور نہیں ہے۔

(۹) کسی نجاست کے گرنے سے پانی کا اس وقت تک ناپاک نہ ہونا جب تک پانی میں تغیر نہ آجائے۔

اس مضمون کی صحیحین کیا صحاح ستہ میں کوئی روایت نہیں ہے، البتہ دوسرے مضامین کی روایت صحاح ستہ میں اور بعض صحیحین میں بھی آئی ہیں مثلاً یہ کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کیا جائے یہ صحاح ستہ کی روایت ہے۔[۳]

(۱۰) چار سے زائد بیویاں

شریعت اسلامیہ کا یہ مسئلہ معروف ہے کہ بیک وقت چار سے زائد بیویاں نہیں رکھی

---

[۱] صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بعد الفجر حتی ترتفع

[۲] صحیح بخاری کتاب الاذان باب اذا رکع دون الصف

[۳] جامع الاصول ۷/۶۶ بحوالہ صحاح ستہ نیز دیگر روایات کے لئے ص ۶۲ تا ۶۸ ملاحظہ کیا جائے۔ (باب الطہارۃ، الباب الاول فی المیاہ)

جا سکتیں، مگر اس حلقہ کے بعض معتمد علماء نے اس کے جواز کو اختیار کیا ہے۔[1]

جبکہ اس بابت صحیحین کیا صحاح ستہ میں کوئی روایت نہیں بلکہ امام بخاری نے اس کے خلاف تصریحات ذکر کی ہیں۔[2]

نیز ترمذی وابوداؤد موطا وغیرہ میں کئی روایات میں یہ بات آئی ہے کہ بعض اسلام لانے والوں کے نکاح میں چار سے زائد بیویاں تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس چار رکھو۔[3]

حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ صاحب اسعدی دامت برکاتہم

استاذ حدیث جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ، یوپی کے دیگر حقیقت کشا رسائل

☆ اجتہاد و تقلید نیز ائمہ اربعہ اور مذاہب اربعہ معینہ کی تقلید

☆ اہل حق اور ان کے درمیان پائے جانے والے اختلافات

☆ تہتر فرقوں والی حدیث

ان رسائل کا مطالعہ آپ کو بہت سی حقیقتوں سے آگاہ کرے گا۔

---

[1] نواب صدیق حسن صاحب کتاب عرف الجادی ص ۱۱۱ و ۱۱۲

[2] صحیح بخاری کتاب النکاح باب لایتزوج اکثر من اربع۔

[3] جامع الاصول کتاب النکاح باب فی نکاح المشرکات (۱۱/۵۰۵ و ۵۰۶)

تعارف ادارہ امداد العلوم ٹرسٹ نارائن کھیڑ

یہ ادارہ قصبہ ''نارائن کھیڑ'' سے دو کلو میٹر دور ''ججال پور'' نامی ایک چھوٹے سے دیہات میں ''امداد العلوم ٹرسٹ'' کے نام سے قائم ہے، جو مسلمانوں کے دین و ایمان کے تحفظ اور عیسائیت و قادیانیت کے سد باب کیلئے اور دیہی قابل رحم مسلمانوں کی مذہبی اور تعلیمی خدمت کیلئے قائم کیا گیا ہے۔ یہاں قرآن مجید با تجوید، دینیات، اردو وغیرہ کی تعلیم کا نظم ہے، نیز اس ادارہ کے تحت اطراف کے دیہاتوں میں بچوں کیلئے دینی مکاتب کا بھی نظم ہے۔

عزائم اور فوری ضروریات

۱۔ طعام خانہ کی تعمیر (1,50,000)

۲۔ باؤنڈری وال کی تعمیر (4,00,000)

۳۔ پانی کی بڑی ٹانکی (1,50,000)

۴۔ سال حال کم از کم دس مکاتب کا قیام اور اس کے لئے ۵ / معلمین کا انتظام (2,00,000)

۵۔ دیہاتوں میں کام کرنے والے معلمین کیلئے سواریوں کا انتظام (80,000)

آپ کس طرح تعاون کر سکتے ہیں

☆ ایک طالب علم کی کفالت کر کے (سالانہ 6,000)

☆ ایک استاذ کی کفالت کر کے (36,000)

☆ مذکورہ بالا ضروریات میں سے کوئی ضرورت پوری کر کے یا اسمیں حصہ لے کر۔

☆ زکوٰۃ و صدقات کے ذریعہ ☆ چرم قربانی کے ذریعہ

☆ چاول دالیں وغیرہ دلا کر ☆ ماہانہ یا سالانہ ممبر بن کے

ادارہ کا سالانہ خرچ تقریباً نو لاکھ 9,00,000 روپیئے ہے

IDARA IMDADUL ULOOM TRUST
Jujalpur, Narayankhed, Dist. Medak, Pin No: 502286, (A.P.)
(A.P.) Ph: 08456-314661

Al Balagh Graphics, 9441025508